

## حقوق مصطفیٰ ﷺ کے تقاضے اور عامۃ الناس کی سیاسی ذمہ داریاں

☆ محمد سہیل شفیق

نبی آخر الزماں ﷺ نے جس طرح عقائد، معاملات، اخلاقیات کے باب میں بنی نوع انسانی کی رہنمائی فرمائی اسی طرح آپ ﷺ نے سیاست و ریاست کے باب میں بھی رہنمائی فرمائی۔ سربراہ ریاست اور مقتدرہ کے لیے بھی آپ ﷺ کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے اور عامۃ الناس کی سیاسی و سماجی ذمہ داریوں کے حوالے سے بھی آپ ﷺ کی حیات طیبہ اسوۂ حسنہ ہے۔ اور یہ حقوق مصطفیٰ ﷺ کا بنیادی تقاضا ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں آپ ﷺ کی اتباع کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ. (آل عمران: ۳۱)

[آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے

گناہوں کو بخش دے گا۔]

حقوق مصطفیٰ ﷺ کے باب میں قرآن کریم کی یہ آیت بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہے:

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا. (الحشر: ۷)

[جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔]

جو کچھ اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ لائے ہیں اور جس طریقہ پر اللہ کی ہدایت و رہنمائی کے تحت آپ نے عمل کیا

ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن سند ہے اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے ہی پر آدمی کے مومن ہونے یا نہ

ہونے کا فیصلہ ہے۔ ۲

سیاسی اعمال، سیاسی سرگرمیاں اور سیاست فی الاصل ”اسلام“ سے متعارف نہیں۔ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح

سیاست بھی دین کے دائرے میں شامل ہے۔ سیاست، معاملات کا حصہ ہے اور اس طرح یہ ”فقہ اسلامی“ (شریعت و قانون

☆ ڈاکٹر حافظ محمد سہیل شفیق، اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

اسلامی) کا ایک جزو ہے۔ ۳

اعلانِ نبوت سے قبل حربِ فجار اور حلفِ الفضول میں آپ ﷺ کی شرکت عامۃ الناس کی سیاسی ذمہ داری و فرائض کا تعین کرتی ہے۔ حلفِ الفضول میں شریک ہونے والوں کا یہ اقرار کہ حدودِ شہر میں کسی پر ظلم نہ ہونے دیں گے، چاہے شہری ہو یا مسافر، ان کے سیاسی شعور و احساسِ ذمہ داری کا مظہر ہے۔ حلفِ الفضول میں شریک ہونے والوں نے جو حلف لیا وہ بھی عامۃ الناس کے سیاسی کردار کے تعین میں معاون ثابت ہو سکتا ہے:

”خدا کی قسم ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف

اٹھا ہوا رہے گا تا آنکہ وہ (ظالم) اس (مظلوم) کو حق ادا نہ کر دے۔“ ۴

حربِ فجار میں آپ ﷺ کی شرکت اور ان تیروں کو روکنے میں حصہ لینا جو آپ کے چچاؤں پر ان کے دشمن نشانہ لگا کر چلایا کرتے تھے، اپنے خاندان اور قریش کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے یہ آپ کا عظیم احساسِ ذمہ داری تھا۔ حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر آپ ﷺ نے جھگڑنے والے تمام قبائل کے نمائندہ افراد کو شریک کر کے نمائندگی کے ایک ذریعہ اصول کی نشاندہی کر دی، ایک ایسا اصول جسے کاروبار زندگی کے ہر مرحلے پر برتنا پڑتا ہے اور برتنا چاہیے کہ یہی حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا ہے۔ اسی طرح اسلام کی اولین مسجد، مسجدِ قبا کی تعمیر کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ شریک ہو کر عامۃ الناس کو ”خیر“ اور تعمیرِ انسانیت کے کاموں میں مسابقت (فاسٹیو الخیرات) کا پیغام دیا کہ اگر امتیاز ہی قائم کرنا ہے تو گھل مل کر کام کاج میں برابر کے شریک ہو کر بلکہ حسن کارکردگی، محنت، ایثار، مساوات سے پیدا کیا جائے۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ پہلی اسلامی ریاست کو ۱۲ نوبی/۶۲۲ عیسوی میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں قائم فرمایا تھا۔ یہ مملکت لوگوں کی آزادانہ مرضی سے باشندگانِ ریاست کی خواہش پر اس خطے میں رہنے والوں کے نمائندوں کے مطالبہ اور درخواست پر ایک ”معاہدہ عمرانی“ (Social Contract) کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئی۔ ڈاکٹر نثار احمد کا یہ کہنا بالکل سجا ہے کہ: ”یہ معاہدہ عمرانی پر وجود میں آنے والی پہلی باقاعدہ ریاست ہے جو دنیا کے نقشہ پر عملاً نمودار ہوئی۔ ورنہ جدید انکار سیاسی میں معاہدہ عمرانی ہابس، لاک، روسو کے محض تخیلات کا کرشمہ اس کا کہیں بالفضل وجود ثابت نہیں ہوا۔“ ۵

آپ ﷺ کی سیاست بلند اخلاقی اقدار کی حامل تھی۔ جس قانون کا نفاذ آپ دوسروں پر کرتے اسی کو اپنے اوپر بھی نافذ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک سیاسی معاہدے (منشورِ مدینہ) کی بنیاد اعلیٰ اخلاقی قدروں پر رکھی جو وحدتِ انسانی کا مظہر ثابت ہوا۔ منشورِ مدینہ ایک اعلیٰ مقصد کے لیے مذہبی اختلافات کو برقرار رکھتے ہوئے اتحادِ عمل کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے کہ رنگ و نسل، وطن و مذہب کے تمام اختلافات کے باوجود سب کو ایک سیاسی وحدت قرار دیا گیا۔ اسی معاہدے نے اہل اسلام کے باہمی حقوق و فرائض اور جملہ شہریوں کے آپس میں تعلقات اور حقوق و فرائض کا تعین کیا۔ عامۃ الناس کے لیے اس میں بھی رواداری، وسعتِ نظری، امدادِ باہمی، امن و امان کے قیام اور فساد و خون ریزی سے اجتناب کے کئی پہلو ہیں۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ نبی کریم ﷺ نے تشکیلِ معاشرہ کا کام چار بنیادوں پر فرمایا:

۱۔ ذہنی اور فکری اصلاح ۲۔ تزکیہ نفس ۳۔ اخلاقِ حسنہ ۴۔ اخوت و احترامِ انسانیت ۵۔  
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”امتِ مسلمہ پر عالمی نگرانی، اخلاق و رجحانات، انفرادی و بین الاقوامی طرزِ عمل کے احتساب، انصاف کے قیام، شہادتِ حق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ڈالی گئی ہے۔ اور اس کو قیامت کے دن اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی پر جواب دہ بنایا گیا ہے۔“

علامہ محمد اسد (لیوپولڈ ویز) ایک موقع پر رقمطراز ہیں:

”سراسر انقلاب اور سراسر ہیجان، یہ کیفیت ہے موجودہ عالم کی۔ اُن سُنی خون ریزیاں، تشدد اور تباہی، متعدد اجتماعی روایات کا خاتمہ، تصورات کا تصادم اور نئے نئے طریقہ ہائے زندگی کے لیے ایک بڑی تلخ اور ہمہ گیر جدوجہد، یہ ہیں ہمارے زمانے کے بعض خصائص۔ (مجلد ”عرفات“، مارچ ۱۹۳۸ء) آج بھی صورتِ حال اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ یہ قانونِ قدرت ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ. (الرعد: ۱۱)

[بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی (اچھی یا بری) حالت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا

نہیں کرتے۔]

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ”عروج و ترقی، عزت و خوشحالی اور امن و عافیت کی جن نعمتوں سے کوئی قوم بہرہ ور ہوتی ہے، ان سے اسے بلاوجہ محروم نہیں کر دیا جاتا بلکہ جب وہ خود اپنے اچھے اعمال کو برے اعمال سے پسندیدہ خصال کو ناپسندیدہ اطوار سے، فرض شناسی، محنت اور جفاکشی کی صفات کو فرض ناشناسی، سہل انگاری اور دوں بہمتی سے بدل دیتی ہے۔ اس وقت قدرت کا اہل قانون اسے عزت کی بلند پوئوں سے ذلت و نامرادی کی پستیوں میں دھکیل دیتا ہے۔“

اسی ضمن میں یہ آیت کریمہ بھی قابلِ غور و فکر ہے:

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ. (الانفال: ۵۳)

[یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نہیں بدلنے والا کسی نعمت کو جس کا انعام اس نے فرمایا ہو کسی قوم پر یہاں تک کہ بدل

ڈالیں وہی اپنے آپ کو۔]

گزری ہوئی اور موجودہ قوموں کے عروج و زوال کے لیے یہی اہل قانون قدرت ہے۔ جو چاہے اس کو گوشِ ہوش سے سنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے۔ ۹

اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ فی الدنيا حسنة و فی الآخرة حسنة (یعنی دنیا میں بھی اچھے رہیں اور آخرت میں بھی) اسلام دین اور دنیا دونوں کی بھلائی چاہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ عامۃ الناس اپنی ذمہ داریوں سے کما حقہ آگاہ ہوں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو خاموش تماشائی نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ متحرک و بھرپور کردار کا حامل دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام کا تصور

حکومت و ریاست یہ ہے کہ حکومت خدا کی، قانون خدا کا، ملک خدا کا، زمین خدا کی تمام افراد نسل انسانی اس کے بندے: الخلق کلہم عبال اللہ [ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔]

کل انسان بحیثیت انسان کے آپس میں برابر، بزرگی و فضیلت صرف تقویٰ کو حاصل مگر جماعت کے نظم و انضباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر فرد کسی ایک مرکز سے وابستہ رہے ۱۰ اور اس ضمن میں اپنی ذمہ داریوں سے نہ صرف آگاہ ہو بلکہ حتی المقدور انہیں ادا کرنے کی کوشش کرے۔

### ۱۔ شہادتِ حق / انتخابِ حاکم:

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتخاب اور ارادے کی آزادی بخشی ہے اور اسی آزادی کے استعمال میں اس کا امتحان ہے۔ ریاست میں قیادت کے انتخاب کا معاملہ عامۃ الناس کی اولین سیاسی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ واقیہوا لشہادۃ للہ، یعنی اللہ کے لیے سچی شہادت قائم کرو۔

اسلامی معاشرے اور ریاست کے قیام کے لیے اہل افراد کو منتخب کرنا شہادتِ حق کی ایک شکل ہے۔ ایک مسلم معاشرے اور سربراہِ ریاست کے انتخاب کے حوالے سے قرآنی ہدایات بالکل واضح ہیں:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۗ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا. (النساء: ۵۸)

[بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے تمہیں کہ (ان کے) سپرد کردہ امانتوں کو جو ان کے اہل ہیں اور جب بھی فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان تو فیصلہ کرو انصاف سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے تمہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہر چیز دیکھنے والا ہے۔]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: هذه الآية من امهات الاحكام و تضمنت جميع الدين والشرع یعنی یہ آیت قرآن کریم کے اہم ترین احکام سے ہے اس کے ضمن میں دین اور شریعت کی تمام تفصیلات سمیٹ کر رکھ دی گئی ہیں۔ کیونکہ ادائے امانت سے مراد یہاں صرف یہی نہیں کہ آپ کسی شخص کے پاس کوئی چیز رکھیں اور وہ آپ کو جوں کی توں واپس کر دے بلکہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے۔ عبادات بھی امانت ہیں۔ ان کو صحیح وقت پر اخلاص نیت سے شرائط و قیود کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا اس امر کی تعمیل ہے۔ اگر آپ کو اقتدار و حکومت حاصل ہے تو غریب و امیر، قوی و ضعیف میں مساوات قائم کرنا، عدل کے ترازو کو تمام مخالف رجحانات کے باوجود برابر رکھنا، حکومت کے عہدوں پر تقرر کے لیے کنبہ پروری اور دوست نوازی کی بجائے صرف اہلیت و قابلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق میں یہ شامل ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے، اسی طرح انسانوں کے حقوق میں یہ بات شامل ہے کہ انہیں امانت کے ساتھ ادا کیا جائے اور ہر معاملے میں ایک دوسرے کے ساتھ انصاف اور آخری سند اور معیار

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی رضا ہو۔ اگر عوام برادری، تعلق خاطر، سیاسی مفاد پرستی، لالچ، دھونس یا ایسے ہی دوسرے عوامل کے زیر اثر حکمرانوں کا انتخاب کرتے رہیں تو پھر قیادت کی نااہلی اور غلط کاریوں سے خود کو کیسے بری الذمہ قرار دے سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص کسی کو مسلمان کے معاملوں میں کسی معاملہ کا ذمہ دار بنانے لگے اور ایسے شخص کو بنائے کہ اس کو مسلمان کے حق میں دوسرا لائق ترین شخص مل رہا تھا، اس کو چھوڑ دیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی۔“ ۱۲

اسلام نے جہاں مردوں کو رائے دینے کا حق عطا کیا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حق دیا ہے۔ جیسا کہ امہات المؤمنینؓ اور صحابیاتؓ سے ضرورت کے وقت مشورہ بھی کیا گیا اور مشورہ لیا بھی گیا۔ جس کی مثالیں احادیث مبارکہ میں ملتی ہیں جیسے سفیہ بنی ساعدہ و بیعت رضوان کے مواقع پر عورتیں بھی شریک ہوئیں اور ان کا مشورہ بھی لیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ چاروں خلفاء کے دور میں اپنی رائے رکھتی تھیں اور مشورے بھی دیتی تھیں۔ حضرت لیلیٰ بنت عبد اللہ المعروف حضرت شفاء کو حضرت عمر فاروقؓ نے مدینہ طیبہ کے بازار کی نگرانی کا کام سپرد کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ خواتین میدان جہاد میں بھی خدمات انجام دیا کرتی تھیں۔ حضرت ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ:

غزوا مع النبی ﷺ فنسقى القوم ونخدمهم و نرد الجرحى والقتلى الى المدينة. ۱۳

”ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے ہم لوگوں کو پانی پلاتے ان کی خدمت کرتے اور

زخمیوں و مقتولوں کو مدینہ طیبہ لے آتے تھے۔“

ارشادِ ربانی: وعد الله الذين امنوا و عملوا الصلحت ليستخلفنهم فى الارض ۱۴ کی رو سے ہر وہ شخص جو ایمان اور عمل صالح کی صفات سے متصف ہو منصب خلافت، امارت، امامت پر فائز ہو سکتا ہے۔ لہذا عامۃ الناس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خاندان، نسل، وطن، رنگ، حسب و نسب، اور ہر قسم کی عصبيت سے بالاتر ہو کر صرف بر بنائے صفات (on merits) حکمرانوں کا انتخاب کریں۔

ڈاکٹر ثار احمد لکھتے ہیں:

”یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ اگر کسی مملکت کی سربراہی (امامت، خلافت) کسی اہل اور موزوں شخص کے سپرد ہو تو معاشرت اور سیاست کے ان مقاصد کی تکمیل زیادہ احسن طریقہ پر ہو سکتی ہے جو اسلام کو مطلوب ہیں۔ لیکن اگر غیر موزوں یا نااہل حکمران بن جائے تو مملکت (اسلامی) کے مقاصد وجود کو نقصان پہنچتا ہے۔ امام، امیر مملکت کے اوصاف و شرائط اور اہلیت کے باب میں مسلمان مفکرین کے ہاں اگرچہ جزوی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن سب کا حاصل یہ ہے کہ ریاستی معاملات کی نگرانی کے لیے ”بہتر سے بہتر“ کی تلاش اور ”خوب سے خوب تر“ کی جستجو۔ جس کی بڑی حد تک تسکین انتخابات سے ہی ممکن ہے۔ ہاں اوصاف و شرائط کا مختصر ترین (قرآنی) خلاصہ بسطۃ فی العلم و الجسم اور ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کے الفاظ میں ہو سکتا ہے۔“ ۱۵

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مذکورہ بالا دونوں صفات کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

☆ علم اور طاقت: عامۃ الناس عموماً مال کو وجہ ترجیح سمجھتے ہیں ان کے خیال میں استحقاقِ سلطنت اسی شخص کو ہے جو مالدار ہو لیکن قرآن کریم اس کی نفی کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ حکمرانی کے لیے دو اہم اوصاف علم اور قوت ہیں جیسا کہ حضرت طاہر علیہ السلام کے انتخاب کے حوالے سے قرآن کریم نے بیان کیا: **إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ لِيَكُنَّ اللَّهُ تَعَالَى نِعْمَ تَحَارَىٰ لِي** (پسند کیا (طاہر کو) اور فوقیت دی علم اور جسم (یعنی زور و قوت) میں۔ علی قوت مال طاقت سے زیادہ ہوتی ہے۔ مال کے بر موقوع صرف کرنے کے لیے بھی علم کی ضرورت ہے اور جسمانی زور و قوت کو بھی حکومت اور کامیابی میں بڑا دخل ہے۔

☆ تقویٰ و پرہیزگاری: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفَكُمْ (الحجرات: ۱۳)**

[بے شک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔]

تقویٰ و پرہیزگاری، راست بازی، اعلیٰ کردار، حق شناسی اور دامن کے بے داغ ہونے کو قرآن لازمی قرار دیتا ہے اور یہی وہ صفات ہیں جن کو پاکستان کے دستور میں سیاسی قیادت کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے اور جن کا ذکر آئین پاکستان کی دفعہ ۶۲ کے میں ضروری صفات کی حیثیت سے اور دفعہ ۶۳ کے میں قیادت کو نااہل بنانے والی صفات کے طور پر کیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ، فالامام الذی علی الناس راع و هو مسئول عن رعیتہ؛ والرجل علی اہل بیتہ و هو مسئول عن رعیتہ، والمرأة راعیہ علی اہل بیت زوجها وولده وہی مسئولة عنهم، وعبدا الرجل راع علی مال سیدہ و هو مسئول عنه؛ الا فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ. ۱۹

[سنو! تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کے لیے جواب دہ ہے، اسی طرح امیر (سربراہ حکومت) جو لوگوں پر مقرر ہوا ہے نگہبان ہے اور وہ اپنی رعایا کے لیے جواب دہ ہے اور ہر مرد اپنے خاندان کے لیے نگہبان کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے لیے جواب دہ ہے۔ اسی طرح بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور دونوں معاملات کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ اور خادم اپنے مالک کی املاک کا نگہبان ہے اور اس کے لیے جواب دہ ہے۔ خیردار پھر سے سن لو تم میں سے ہر شخص کو نگہبان کا درجہ حاصل ہے اور ہر نگہبان اپنی رعایا کے لیے ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔]

مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں اسلامی ریاست کے سربراہ کا انتخاب، اس کے ذاتی اوصاف کی بنیاد پر کیا جانا ضروری ہے اور اس سلسلے میں نسلی و نسبی یا گزشتہ معاشرتی مقام کے مصالحہ ہرگز پیش نظر نہیں ہونے چاہئیں۔ ۲۰

سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۶: **وَإِذَا آرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُنْشَرِفِهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ**

فَسَدُّ سُرْنَهَا تَدْمِيرًا کے تحت مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ: ”ایک معاشرے کو آخر کار جو چیز تباہ کرتی ہے وہ اس کے کھاتے پیتے، خوشحال لوگوں اور اونچے طبقوں کا بگاڑ ہے۔ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس کے دولت مند اور صاحب اقتدار لوگ فسق و فجور پر اتر آتے ہیں، ظلم و ستم اور بدکاریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں، اور آخر یہی فتنہ پوری قوم کو لے ڈوبتا ہے۔ لہذا جو معاشرہ آپ اپنا دشمن نہ ہو اسے فکر رکھنی چاہیے کہ اس کے ہاں اقتدار کی باگیں، معاشی دولت کی کنجیاں کم ظرف اور بد اخلاق لوگوں کے ہاتھوں میں نہ جانے پائیں۔“ ۲۱

## ۲۔ اطاعت و فرمانبرداری:

اگر حاکم وقت شرعی احکام کی روشنی اور مسلمانوں کے مفاد میں کوئی حکم دے تو تمام مسلمانوں پر اس کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ اولی الامر (سربراہ ریاست) کی اطاعت اور عامۃ الناس کی سیاسی ذمہ داریوں کے ضمن میں درج ذیل احادیث مبارکہ ہماری رہنمائی کرتی ہیں:

من اطاعنی فقد اطاع الله و من عصانی فقد عصی الله، و من یعصنی فقد عصی الله و من بطع

الامیر فقد اطاعنی و من یعص الامیر فقد عصانی . ۲۲

[جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی (درحقیقت) اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے میرے مقرر کیے ہوئے حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی (گویا کہ) اس نے میری نافرمانی کی۔]

السمع والطاعة علی المرء المسلم فی ما احب و کره ما لم یومر بمعصیة فاذا امر بمعصیة

فلا سمع ولا طاعة . ۲۳

[مسلمان کو لازم ہے کہ وہ اپنے اولی الامر کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، تا وقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر اسے نہ کچھ سننا چاہیے اور نہ ماننا چاہیے۔]

علیک السمع والطاعة فی عسک و یسرک و منشطک و مکرهک اثرۃ علیک . ۲۴

[مشکل اور آسانی میں، خوشی اور ناخوشی میں اور جب تم پر کسی اور کو ترجیح دی جائے (ان تمام حالات میں) تم

پر امیر کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے۔]

اسمعوا و اطیعوا فانما علیہم ما حملوا و علیکم ما حملتم . ۲۵

[سنو اور اطاعت کرو، ان کے فرائض ان کے ذمہ اور تمہارے فرائض تمہارے ذمہ ہیں۔]

توہ دون الحق الذی علیکم تساء لون الله الذی لکم . ۲۶

[تم پر جو حکام کا حق ہے تم اس کو ادا کرنا اور تمہارے حقوق کے متعلق اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔]

جب امت کا ایک کثیر طبقہ کسی خاص لیڈر کو حکومت و اقتدار تفویض کر دینے کے فیصلے پر متفق ہو جاتا ہے تو ریاست اسلامیہ کے ہر مسلمان شہری کے لیے ضروری ٹھہرتا ہے کہ وہ اخلاقی طور پر اس فیصلے کا خیر مقدم کرے، اگرچہ وہ فیصلہ اس کی ذاتی ترجیحات سے متصادم ہی کیوں نہ ہو۔ ۲۷

جب باقاعدہ طور پر حاکم وقت کا انتخاب عمل میں آجائے تو یہ باور کر لینا چاہیے کہ اس نے پوری ملت کی وفاداری (بیعت) حاصل کر لی ہے۔ اس بیعت کا تعلق محض اس اکثریت تک محدود نہیں ہوگا جس نے اس کے حق میں اپنے دونوں کا استعمال کیا بلکہ وہ لوگ بھی اس حلقہ اطاعت (بیعت) میں شریک تصور کیے جائیں گے جنہوں نے اس کے خلاف ووٹ دیے تھے۔ اس لیے کہ اجتماعی امور میں جہاں شریعت کی تعلیمات سے روگردانی کا مسئلہ درپیش نہیں ہوتا، اکثریت کی رائے کو ہی قوم کے ہر فرد پر غالب سمجھا جاتا ہے۔ ۲۸ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

بد الله مع الجماعة ومن شذ شذ الى النار ۲۹

جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ آگ کی طرف گیا۔

گویا کہ اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو اپنی حکومت کی پشت پناہی اور استحکام کے لیے اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرنی چاہیے اور اس مقصد کے پیش نظر انہیں اپنے جملہ ذاتی مفادات، آسائشوں، مال و دولت بلکہ اپنی جانوں تک کی بھی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ۳۰ علاوہ ازیں اگر حکومت شریعت کے تقاضوں کی روشنی میں پورے اخلاص کے ساتھ اپنے فرائض کی تکمیل کر رہی ہے تو پھر شہریوں کو اس کی مکمل اطاعت کرنی چاہیے، روگردانی یا انحراف کا رویہ اختیار کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں کہ فرمان رسول اللہ ﷺ کی رو سے اسلامی ریاست کے شہری امیر کی اطاعت کے پابند ہیں۔

۳۔ احتساب:

عامۃ الناس کی ایک اہم سیاسی ذمہ داری حکمرانوں کا احتساب بھی ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا احتساب کر سکتا ہے۔ ۳۱ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک

اضعف الایمان ۳۲

[تم میں سے جو شخص بھی برائی کا عمل دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ ہاتھ کی قوت سے اسے درست کرے، اگر یہ نہ کر سکے تو زبان سے اسے برا کہے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔]

یعنی جب عوام حاکموں کے خلاف شرع کاموں کو دیکھیں تو اگر وہ ان برائیوں کی عملی اصلاح کر سکتے ہوں تو عملی اصلاح کریں ورنہ زبان سے ان کاموں کا رد کریں اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہوں تو دل سے ان کاموں کو برا جانیں۔ ۳۳ عہد فاروقی میں مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ عامۃ الناس کو بھی انتظامی امور میں مداخلت کا حق حاصل تھا۔ صوبہ جات اور اضلاع کے حاکم اکثر رعایا کی مرضی سے مقرر کیے جاتے تھے۔ ایک موقع پر ایک شخص نے کئی بار حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا کہ اتق اللہ یا

عمر یعنی اے عمر! اللہ سے ڈر۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کو روکا اور کہا کہ بس بہت ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”نہیں کہنے دو۔ اگر یہ لوگ نہ کہیں تو یہ بے مصرف ہیں اور ہم لوگ نہ مانیں تو ہم۔“ ۳۴

### ۴۔ اظہارِ رائے / اختلافِ رائے:

عامۃ الناس کی ایک اہم ذمہ داری حدیث مبارکہ المدین النصیحہ کے تحت صحت مند تنقید بھی ہے۔ یہ حدیث مبارکہ اپنی جامعیت کی بنا پر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے میں اور حکمرانوں اور دیگر معاصرین کے طرزِ فکر اور طرزِ عمل کا جائزہ لینے اور جہاں کہیں اصلاح کی ضرورت ہو، متوجہ کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

من امرکم منهم بمعصیۃ اللہ فلا تطیعوه ۳۵

[جو کوئی تم کو حکم کرے اللہ کی نافرمانی کرنے کا تو اس کی اطاعت نہ کرو۔]

مذکورہ بالا حدیث کریمہ کے پیش نظر اسلامی ریاست کے شہریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ حکومت کے معاملات پر نگاہ رکھے اور اس کے انتظامی اور قانونی امور پر تنقید کرے، بشرطیکہ یہ بات اس کے علم میں آجائے کہ مملکت کے امور راہِ راست سے انحراف کر کے غلط رخ اختیار کر رہے ہیں۔ اسلام میں آزادیِ رائے اور اختلافِ رائے کی نہ صرف پوری گنجائش ہے بلکہ حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات اور رسول اکرم ﷺ کے بے شمار ارشادات میں اس بات کو مکمل صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ باطل کے خلاف نعرہٴ حق بلند کرنا اور ان سے نبرد آزما ہونا ایک مسلمان کا پہلا فریضہ ہے بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ کسی غلط کام کا صدور حکومت کی جانب سے ہو رہا ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان من اعظم الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جابر ۳۶

[سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہٴ حق بلند کرنا ہے۔]

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

انہ ستکون بعدی امراء من صدقہم بکذبہم واعانہم علی ظلمہم فلیس منی و لست منہ

ولیس بوارد علی الحوض و من لم یصدقہم بکذبہم و لم یعنہم علی ظلمہم فہو منی وانا منہ و

ہو وارد علی الحوض ۳۷

دیکھو میرے بعد حکمران ہوں گے جو شخص ان کی جھوٹی بات کو سچ کہے اور ظلم و زیادتی کرنے میں ان کی مدد کرے تو وہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا نہ میں اس سے کچھ تعلق رکھتا ہوں وہ قیامت کے دن میرے حوض پر بھی نہ آئے گا اور جو شخص ان کے جھوٹ کو سچ نہ کہے اور ظلم کرنے میں اس کی مدد نہ کرے تو وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں اور وہ میرے حوض پر آئے گا۔

ان الناس اذا راوا الظالم فلم یأخذوا علیٰ یدیہ او شک ان یعمہم اللہ بعقاب منہ ۳۸

[اگر لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اسے (ظلم سے) نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو

عذاب میں مبتلا کر دے۔]

گویا یہ بات پوری ملت کے مفاد میں جاتی ہے کہ اس کے جملہ ارکان جب اور جہاں اور ضروری سمجھیں یا موقع پائیں تو اخلاقی و معاشرتی سدھار کی ہر ممکن سعی کو بروئے کار لائیں۔ محمد اسد لکھتے ہیں:

”یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ افراد قوم کے ظاہری و باطنی اخلاق کے باہم دیگر قانون کا انحصار دو گونہ عمل کرتا ہے۔ قوم کے اخلاقی ڈھانچے کی اصلاح اور بلندی کمال کار قوم کو مادی اور سیاسی فلاح و بہبود گویا ترقی و خوشحالی کی طرف لے جاسکتی ہے جبکہ اخلاقی زوال ناگزیر طور پر معاشرتی، معاشی اور سیاسی تنزل اور ارباب پر بیٹج ہوگا۔ کسی قوم کی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کی جانب ایجابی تبدیلی اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب قوم اس کی ضرورت و اہمیت کا ادراک رکھتی ہو، اس لیے ہر صاحب عقل و شعور مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے معاشرتی ماحول پر کڑی نگاہ رکھے اور اپنے ناقدانہ شعور کو مسلسل بروئے کار لاتے ہوئے اجتماعی فلاح کے لیے آواز بلند کرتا رہے۔“ ۳۹

اگر امیر اور حاکم کا یہ منصب ہے کہ وہ اپنے زیر نگرانی عوام کا بھلا چاہنے والا ہو تو علامۃ الناس کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ سورہ توبہ کی درج ذیل آیات اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں:

لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ط مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ. (التوبہ: ۹۱)

[کمزوروں، بیماروں اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس (جنگ میں) خرچ کرنے کے لیے پیسہ نہیں ہے ان کے لیے حرج نہیں ہے (کہ وہ جہاد میں شریک نہ ہوں) بشرط یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں، ایسے خوب کاروں کا مواخذہ نہیں ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔]

جہاں کمزوروں، مریضوں اور ناداروں کو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ راہِ خدا میں ہونے والی جنگ میں شریک نہ ہوں لیکن اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ اور وفادار ہونا انسان کے لیے ہر حال میں ضروری ہے، اس کے بعد ہی اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نیکو کار محسنین میں ہو سکتا ہے۔ ۴۰

امیر و مامور کے اس باہمی اعتماد کا تذکرہ قرآن کریم و احادیث کریمہ میں دیگر مقامات پر بھی ہے۔

ثَلَاثٌ لَا يَكْلَمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَزَكِيَهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ..... وَرَجُلٌ بَايَعَ أَمَامًا لَا

يَبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَاهُ، ان اعطاه ما يريد وفي له، والالتم يف له ۴۱

[تین طرح کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کرے گا، نہ ان کو پاک صاف کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا.... انہی میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی امام سے صرف اپنی دنیوی غرض کے لیے بیعت کرے، کہ اس سے اگر اس کو اپنی من پسند چیز مل جائے تب تو اس کا وفادار ہو، ورنہ اس کا وفادار باقی نہیں رہے۔]

اسلام کی تعلیمات میں اسی کا دوسرا نام نصیحت اور خیر خواہی ہے، جس کے سلسلے میں مسلمانوں کو عام طور پر ایک

دوسرے کا ہم درد و بھی خواہ ہونے کے ساتھ خاص طور پر اپنے ائمہ اور امراء کے ساتھ بے لوث اور بے غرض رویہ اختیار کرنے کے تاکید کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے نفس دین سے تعبیر فرمایا ہے:

عن تميم الداري قال قال رسول الله ﷺ انما الدين النصيحة قلنا يا رسول الله قال لله و

لكتابه ولرسوله ولانمة المسلمين و عامتهم. ۴۲

حضرت تميم دارمی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ دین نصیحت و خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا کس کے لیے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے حکمرانوں اور ان کے عوام کے لیے۔

امام نووی (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

”جہاں تک آئمہ مسلمین کے لیے نصیحت و خیر خواہی کا سوال ہے تو اس کا مطلب ہے حق کے معاملے میں ان کی مدد کرنا اور بات ماننا، ان کو اس کا حکم دینا اور نرمی اور ملاحظت سے ان کو اس پر متنبہ کرنا اور اس کی یاد دہانی کرنا اور ان کی کوتاہیوں پر ان کو باخبر کرنا اور مسلمانوں کے جو حقوق وہ ادا کرنے سے قاصر رہے ہیں ان سے آگاہ کرنا، ان کے خلاف بغاوت سے باز رہنا اور لوگوں کو آمادہ کرنا کہ وہ دل سے ان کی اطاعت اور پیروی کا حق ادا کریں۔“ ۴۳

عامۃ الناس کے ساتھ خیر خواہی کے حوالے سے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”عام لوگوں کے ساتھ نصیحت (خیر خواہی) یہ ہے کہ ان کی دنیا اور آخرت کی بہتری کے لیے ان کو نصیحت کرے، ان سے ایذا کو دور کرے، جو احکام نہ جانتے ہوں ان کو بتائے، نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرے، ان کے عیوب پر پردہ رکھے، ان پر شفقت کرے اور ان کے لیے ان ہی چیزوں کو پسند کرے، جن کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اپنے ہاتھ اور زبان سے ان کو ضرر نہ پہنچائے اور ضرورت مندوں کی مدد کرے، جو بیمار ہوں ان کی عیادت کرے اور ان کی نماز جنازہ پڑھے، موت کے بعد ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعا کرے۔“ ۴۴

عامۃ الناس کی سیاسی ذمہ داریوں کے باب میں مزاج شناس رسول، یار غار اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق کا

بحیثیت خلیفہ اولین خطبہ بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے:

”لوگو! میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں، میں تم سے برتر نہیں ہوں۔ سو اگر میں اچھا کروں تو میری مدد کرو اور اگر برا کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خباث ہے۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، تا آنکہ میں اس کی شکایت دور کر دوں۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے تا آنکہ میں اس سے حق لے لوں۔ جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاریاں عام ہو جاتی ہیں اللہ اس پر مصیبت نازل کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں، تم لوگ میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم لوگوں پر میری اطاعت لازم نہیں۔“ ۴۵

حضرت عمر فاروقؓ کو رعایا کے ایک حصے کی طرف سے اپنے حکام اور امراء کے سلسلے میں شکایت پہنچی کہ وہ صحیح ڈھنگ سے کام نہیں کر رہے اور اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک طریقے سے ادا نہیں کر رہے ہیں۔ آپؓ نے اپنے عمال کو طلب کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں حکم رانوں اور عوام دونوں کے لیے ان کے حقوق و فرائض کی جامع نشاندہی کی گئی ہے۔ ہم یہاں آپؓ کے وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جن کا تعلق رعایا سے ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

ایہا الناس ابتھا الرعیة ان لنا علیکم حق النصیحة بالغیب والمعارنة علی الخیر . ۴۶

[اے لوگو! اے عوام! ہمارا تمہارے اوپر ایک ضروری حق ہے اور وہ یہ کہ تم پیٹھ پیچھے ہماری خیر خواہی کرو گے

اور بھلائی کے کاموں میں ہماری مدد کرو گے۔]

گویا کہ تنقید، نکتہ چینی اور مشاورت کا عمل، اسلامی اصولوں کی روشنی میں مدنیت کے شعور کے راست نشو و ارتقا کے لیے بے حد ضروری ہے اور اسی بنا پر یہ بھی ضروری قرار پاتا ہے کہ اسلامی ریاست کا ہر باشندہ تقریری اور تحریری ذرائع سے اپنی رائے کا اظہار کرتا رہے۔ مگر یہاں اس امر کا خیال رہے کہ حریت رائے کا یہ حق تخریبی مقاصد کے لیے استعمال نہ کیا جائے تاکہ اسلامی قانون کا تسخیر اڑانے یا اسلامی بنیادوں پر استوار ایک اسلامی حکومت کے خلاف لوگوں کو اکسانے کے راستے مسدود ہو سکیں۔ فطری طور پر پریس اور ذرائع ابلاغ بھی اس آزادی کو استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں، تاہم اس آزادی کا استعمال اس طور نہ کیا جائے کہ تہذیب و شانستگی کی قدریں پامال ہوں کیوں کہ یہ امر مسلمہ طور پر آداب تمدن و شہریت کے خلاف ہے۔ ۴۷

## ۵۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر محض ایک دینی فریضہ ہی نہیں امت مسلمہ کی ایک سیاسی ذمہ داری اور اور بنیادی اخلاقی قدر ہے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: سارے دین اور اسلامی ریاست کے تمام شعبوں کی غرض و غایت ”امر“ اور ”نہی“ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہر صاحب قدرت مسلمان پر واجب ہے۔ اگرچہ یہ فرض کفایہ ہے لیکن صاحب قدرت پر یہ فرض عین ہے اگر اس کے سوا کوئی دوسرا شخص یہ فریضہ ادا نہ کر رہا ہو۔ ۴۸

علامہ محمد اسد لکھتے ہیں:

”گویا آنحضرت ﷺ کے نزدیک ایمان کا بلند ترین درجہ یہ تھا کہ باطل قوتوں اور منکرات کو بہ زور بازو نیست و نابود کر دیا جائے اور ایک جابر و ناانصاف حکمران کے بارے میں بھی اسلامی ریاست کے شہری اسی اصول پر کار بند ہوں۔ یہاں فطری طور پر ایک سوال ذہنوں میں آسکتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کے پیش نظر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شہری ایسی حکومت کے خلاف بغاوت کر دیں جبکہ وہ شہری قوانین سے انحراف کر رہی ہو، تو بدیہی طور پر اس سوال کا جواب نفی میں ہوگا کیوں کہ حضور ﷺ نے حکماً فرمایا:

من بايع اماماً فاعطاه صفتہ یدہ و ثمرۃ قلبہ و ليطعه ان استطاع . ۴۹

[جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کی اور اطاعت کا حلف اٹھایا اور دل کا شمر اس کے سپرد کیا تو جہاں تک ممکن ہو، اس کی اطاعت کرے۔]

اس فرمان نبوی ﷺ سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ جب تک سربراہ مملکت دینی اقدار پر بالعموم کار بند رہے اور مقاصد شریعت کو پس پشت نہ ڈالے اس کی اطاعت شہریوں پر واجب ہے، کبھی کبھار اس سے کسی غلطی کا ارتکاب شہریوں کو ہرگز یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کریں۔ ہاں اگر ملت کی اکثریت اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہو تو دوسری بات ہے۔ مزید لکھتے ہیں:

”اس ضمن میں جتنے بھی آپ ﷺ کے ارشادات ہیں ان سب کو سامنے رکھا جائے تو چار نکات نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں، جو کہ حسب ذیل ہیں:

- ۱- جب تک سربراہ مملکت (امیر) آئینی طور پر قائم شدہ حکومت کی نمائندگی کرتی ہے، تمام شہری اس کی اطاعت کے پابند ہیں، خواہ وہ کس قدر ہی اس کی شخصیت یا کسی بھی موقع پر اس کے انتظامی امور کو ناپسند کرتے ہوں۔
- ۲- اگر حکومت ایسا دستور یا ایسے قواعد و ضوابط نافذ کرتی ہے جو شرعی نقطہ نگاہ سے گناہ متصور ہوتے ہیں تو ایسے قوانین و ضوابط کے بارے میں امیر کی اطاعت موقوف ہو جاتی ہے۔
- ۳- اگر حکومت بالقصد اور کھلم کھلا قرآن حکیم کی کسی نص قطعی کے خلاف عمل کرنے لگتی ہے تو حکومت کے اس فعل کو ارتکاب کفر پر محمول کرتے ہوئے امیر مملکت سے اقتدار واپس لیا جاسکتا ہے۔
- ۴- اقتدار کی واپسی کا یہ عمل اقلیت کی طرف سے مسلح بغاوت کی صورت میں نہیں کیا جانا چاہیے۔

کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے خبردار فرمایا ہے کہ:

من حمل علينا السلاح فليس منا . ۵۱

[جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اس امر کا اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ حکومت کے غیر شرعی احکام کی تعمیل نہ کریں اور اگر حکومت کھلم کھلا کفر کی روش اختیار کرے تو اسے اقتدار سے محروم کر دیں۔ تاہم کتاب و سنت نے جماعتی سطح پر اتحاد و یکجہتی کے اصول پر اس قدر زیادہ زور دیا ہے کہ اس کے پیش نظر اس معاملے کو محض شہریوں کی انفرادی رائے کے حوالے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اس بات کا فیصلہ کریں کہ کس نکتے پر پہنچ کر امیر کی اطاعت سے انحراف کیا جاسکتا ہے بلکہ اس نوع کے اہم معاملات کا فیصلہ پوری ملت کو بحیثیت مجموعی کرنا چاہیے یا پھر مناسب طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مسئلے کا حل منتخب نمائندگان کے ذریعے تلاش کیا جاسکتا ہے۔“ (۵۲)

۶- راستی اور سچائی:

عامۃ الناس کی ایک اہم سیاسی ذمہ داری راستی اور سچائی کا راستہ اختیار کرنا اور سچے لوگوں کا ساتھ دینا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ. (التوبة: ۱۱۹)

[اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔]

اسلامی قانون کا حقیقی تقاضا فرد کی سطح پر انسان کا راستبازی کے رویے کا حامل ہونا ہے بعینہ یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات کا بڑا حصہ محض اس صورت میں اپنے اثرات ظاہر کر سکتا ہے جبکہ بہت سے افراد خالص ارادے کے ساتھ اس کے لیے مجموعی کوشش کریں اور معاشرے کا ہر فرد بحیثیت مجموعی اپنا کردار ادا کرے اور اپنی تنقیدی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اخلاقی جرأت سے کام لے تا کہ حق و انصاف کا قیام ممکن ہو سکے کیونکہ قرآن مجید کی رو سے بدی اور باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونا اور جب انصاف کا خون ہوتا دیکھے تو اس کی سر بلندی کے لیے اپنی مساعی کو بروئے کار لانا مسلمان پر فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لنا مرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر اولیو شکن اللہ ان یبعث علیکم

عقاباً من، لندعنه ولا یستجاب لکم. ۵۳

[اس ذات کی قسم جس کے تصرف میں میری جان ہے تم پر لازم ہے کہ نیکی کا حکم دو، برائیوں سے منع کرو،

ورنہ اللہ تم پر یقیناً عذاب نازل کرے گا، اس وقت تم اسے پکارو گے، مگر وہ تمہیں جواب نہیں دے گا۔]

اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کی زد میں صرف وہی لوگ نہیں آئیں گے جنہوں نے اس فریضے کی ادائیگی میں غفلت یا

کوتاہی برتی ہوگی بلکہ یہ بے عملی پوری قوم کے مقدر کو متاثر کر سکتی ہے۔ ۵۴ جیسا کہ خود رسالت مآب ﷺ نے وضاحت فرمادی:

کلا واللہ! لنا مرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر ولناخذن علی یدی الظالم ولناطرہ علی

الحق اطراً ولتقصرنہ علی الحق قصراً. ۵۵

[نہیں، اللہ کی قسم تمہیں ضرور معروف کا حکم دینا چاہیے اور برائیوں سے منع کرنا چاہیے۔ تمہیں ظالم کا ہاتھ پکڑنا

چاہیے اور اسے موڑ کر حق کے مطابق بنانا چاہیے اور اسے مجبور کر کے حق پر کار بند کرنا چاہیے۔]

۷۔ باہمی تعاون

عامۃ الناس کی سیاسی ذمہ داریوں کے ضمن میں درج ذیل آیت کریمہ بھی قابل غور ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ

عزیزٌ حکیمٌ. (التوبة: ۱۷)

[اور مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں وہ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز کا نظام قائم رکھیں اور زکوٰۃ کی صحیح ادائیگی کریں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانیں تو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ عنقریب خصوصی رحمت فرمائے گا اور بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔]

## ۸۔ اتحاد و اتفاق:

دنیا کی کوئی بھی قوم یا جماعت اس وقت تک مسرت و انبساط کی حقیقی کیفیت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتی جب تک وہ اتحاد و اتفاق کی صفات سے متصف نہ ہو۔ یہ عامۃ الناس کی ایک بنیادی سیاسی ذمہ داری بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا. (آل عمران: ۱۰۳)

[اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔]

وہی قوم عروج کی منازل طے کرتی ہے جس کے لوگ عدل و انصاف اور مساوات کے علمبردار ہوں، حق کی خاطر باطل سے نکل جانے والے ہوں۔ اسلام کا مقصود یہ ہے کہ ملت کے افراد کے مابین جذبہ اخوت کا گہرا احساس پیدا ہو جائے اور وہ برابر ترقی پاتا رہے اسی لیے کہا گیا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ. (الحجرات: ۱۰)

[مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔]

فکر و نظر کی ہم آہنگی اور اشتراک ہی انسانی گروہ بندی یا جماعت سازی کے لیے موزوں ترین بنیاد فراہم کر سکتا ہے جبکہ اس کے برخلاف ایک قوم کے حقیقی یا تصوراتی مفاد کو اس کے اخلاقی پاس و لحاظ سے مقدم رکھنے کو اللہ کے رسول ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

من قاتل تحت راية عمية يدعو الى عصبية او يغضب لعصبية فقتلته جاهلية ۶۷

[جو شخص اندھا دھند جھنڈے کے تلے ہو کر لڑے اور لوگوں کو بلا تاتا ہو تعصب کی طرف یا غصہ کرے تعصب

کے لیے تو اس کا مارا جانا ایسا ہے جیسے جاہلیت کا مارا جانا۔]

جب ایک صحابی رسول نے آپ ﷺ سے قومی عصبیت کی وضاحت چاہی کہ آخر کیوں اس کی وجہ سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان يعين الرجل قومه على الظلم. ۶۷ "اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی مدد کرے ظلم پر۔"

زمانہ جاہلیت میں ہر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے نفسانیت اور تعصب سے لڑتا اور فخر و غرور اور تکبر سے اپنے قبیلہ کی ناموری اور عزت کے لیے جان دیتا اور لیتا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کے زمانہ میں بھی جو کوئی بلاوجہ شرعی لڑائی کرے اس کا حکم بھی جاہلیت کا سا ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ ہر آدمی کو اپنی قوم عزیز ہوتی ہے لیکن اسلام کا حکم یہ ہے کہ اپنی قوم کی مدد بھی

وہیں تک کر سکتا ہے جب تک وہ حق پر ہو لیکن جب قوم ظالم ہو اور بندگانِ خدا پر ظلم و زیادتی کرے تو اس کا ہرگز ساتھ نہ دے۔

#### ۹- دفاعِ ریاست:

اسلامی ریاست کے شہریوں پر لازم ہے کہ مملکت کے دفاعی تقاضوں کے پیش نظر اپنی خدمات پیش کریں، اسی کی رو سے ایک اسلامی مملکت اندرونی اور خارجی دشمنوں سے اپنے شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کی ذمہ دار ٹھہرتی ہے۔ ۵۸

ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ”حاکم وقت اگر اپنے سپاہیوں کو جہاد کے لیے مقرر کرتا ہے تو ان میں سے ہر ایک فرد پر فرض عین بن جائے گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ استنصرتم فاستغروا (جب تمہیں جہاد کے لیے بلا یا جائے تو جہاد کے لیے نکل کھڑے ہو۔) اور جو شخص بذات خود جہاد میں حصہ لینے سے قاصر ہے اس پر اپنے مال و دولت کے ذریعے جہاد کرنا واجب ہے۔“ ۵۹

اسلامی نظام حیات کی ترویج اور قانون الہی کی عمقید جس طرح خلیفہ اور دوسرے اعضاء حکومت کا فرض ہے، اسی طرح سے عدلۃ المسلمین کا بھی فرض ہے، اور اس کے لیے اس کی زندگی کا ہر لمحہ قانوناً وقف ہوتا ہے۔ معاشرے کا ہر فرد اسلامی حکومت کی مشین کا ایک پرزہ ہوتا ہے جو اپنی جگہ پر، اسی قدر قدر و قیمت رکھتا ہے جس قدر کہ خلیفہ، تاہم صلاحیت کا اور تقسیم عمل کے اصول نے اسلامی حکومت اور رعایا میں بھی کچھ ظاہری فرق پیدا کر دیا ہے، جو نظم و ضبط کے لحاظ کی وجہ سے ذرا نمایاں ہو گیا ہے۔ ۶۰

#### ۱۰- رواداری:

عامۃ الناس کے لیے بہترین اور راہِ راست پر گامزن امت ہونے کا انحصار ہمیشہ اور ہر حالت میں عدل و انصاف کے قیام اور ظلم و نا انصافی کے خاتمہ کی کوشش، رواداری اور باہمی تعاون پر ہے۔ حتیٰ کہ غیر مسلم افراد کے ساتھ بھی کسی صورت میں عدم مساوات، ظلم اور نا انصافی کا رویہ اپنانے کی اجازت نہیں ہے:

لَا يَنْهَيْكُمْ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُواكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ. (الممتحنہ: ۸)

[اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔]

بنی نوع انسان کے مصالح، خواہ وہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، ان کی تکمیل اجتماعیت اور باہمی اشتراک و تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے، چنانچہ انسان اپنی احتیاجات کے حصول کے لیے باہمی تعاون کے مرہون منت ہیں اور مصائب و خطرات کے استیصال کے لیے وہ ایک دوسرے کی مدد کے طلب گار ہوتے ہیں۔ ۱۱۔ قرآن کریم نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ مِنْ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ مِنْ وَاتَّقُوا اللَّهَ (المائدہ: ۲)

[اور جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں

کسی سے تعاون نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔]

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ اَلَّا تَعْدِلُوْا ۗ اِغْدِلُوْا قِفًا ۗ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۗ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۗ

(المائدہ: ۸)

[کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ خدا ترسی سے مناسبت رکھتا ہے۔]

مملکت کے تمام افراد کے ساتھ باہمی تعاون اور رواداری عامۃ الناس کا اخلاقی فریضہ اور ایک اہم سیاسی ذمہ داری ہے جس پر معاشرے کے استحکام اور مملکت کی بقاء کا انحصار ہے۔

## ۱۱۔ صبر و استقامت:

دین میں امامت و سیادت، آلام و شدائد پر صبر و استقامت کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰیْمَةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ. (السجدہ: ۲۴)

[اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔ جب وہ صبر کرتے تھے

اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔]

صبر جسمانی ہو یا روحانی، انفرادی ہو یا اجتماعی، انتظامی ہو یا عسکری، اس کی حدود و رایتوں کے خلاف احتجاج و نبرد آزمائی اور زیادہ تر اپنے اندرونی مرکز کی حفاظت پر مبنی ہیں۔ صبر ہی وہ جذبہ ہے جس کے بل پر قومیں اور تمدن ہمیشہ کے لیے زندہ رہ سکتے ہیں اور جب موقع اور مشیت ایزدی شامل حال ہو تو لازماً عروج پذیر ہو کر رہتے ہیں۔ سورۃ العصر وہ مبارکہ ہے جس میں انسان کی دنیوی و اخروی کامیابی کا مکمل ضابطہ بیان کیا گیا ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوٰاَصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ تَوٰاَصَوْا بِالصَّبْرِ.

[زمانے کی قسم! یقیناً انسان خسارے میں ہے سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور حق

کی تاکید اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔]

کنکٹش عالم میں کم و بیش وہی زندہ رہتا ہے، اور اسی کو زندگی کا حق حاصل ہے، جو اپنے اندروں کو مستحکم و مضبوط بنالے۔ دنیا میں اگر کچھ کرنا ہے یا کچھ بننا ہے تو نہ صرف اپنے صبر کی بنیادوں کو مضبوط کرنا ہوگا بلکہ ایمانی دفاع کو اس درجے پر پہنچانا ہوگا کہ وعدۃ الہی و اَنْتُمْ اَلَا غٰلُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ۱۳۹) پورا ہو سکے۔ آج تک دنیا میں انہی قوموں نے حکومت کی ہے جن میں یہ صفت اعلیٰ پیمانے پر پائی جاتی ہے۔ نظام سلطنت کو قائم کرنے والے وہی ہیں جن میں ہر مسئلہ صبر و سکون کے ساتھ سمجھنے کی صلاحیت پائی گئی ہے۔ ادھر و امن صبر ہاتھ سے چھوٹا، ادھر سلطنت کی باگ ڈھیلی ہوئی۔ بنی اسرائیل، قوم سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو صبر کی تلقین کی جاتی ہے تاکہ وہ جذباتی رو میں اپنے آپ کو طفل تسلیوں سے تباہ و برباد نہ کر لیں اور رفتہ رفتہ

اقوام عالم پر عروج پائیں۔ ۱۳

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ قَلِيلًا يُؤْتِيهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ  
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ. (الاعراف: ۱۲۸)

[موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا خدا سے مدد اور صبر کو شعار زندگی بناؤ۔ یہ زمین اسی کی ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کو وارث بنا دیتا ہے، حسن عاقبت پر ہمیزگاروں کے لیے ہے۔]  
حکومت ملنے پر بھی صبر کا تذکرہ کیا گیا:

وَأَوْزَنَّا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يَسْتَضَعِفُونَ مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَعَارِبِهَا الَّتِي بَرَكْنَا لِيَهَاظ وَتَمَّتْ  
كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا بِمَا صَبَرُوا ۗ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ الْفِرْعَوْنُ وَفَوْنُهُ  
وَمَا كَانُوا يَفْرَهُونَ. (الاعراف: ۱۳۷)

[ہم نے ان (شام کے) باشندوں کو مشرق و مغرب کی سر زمینوں کا مالک بنایا، جو فرعون کے یہاں کمزور سمجھے جاتے تھے اور بنی اسرائیل کے لیے جذبہ صبر کی بنا پر اپنے وعدے کو پورا کیا اور فرعون اور اس کی قوم نے جو سختیاں کیں، اور ان کے بیگار سے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں ان سب کو سمار کر دیا۔]

جذبہ اطاعت و فرمانبرداری یا ڈسپلن کے مواقع پر صبر کا مطالبہ سیرت انسانی کے لیے جس قدر ضروری ہے، کسی تشریح کا محتاج نہیں، بزم ہو یا رزم، مہذب قوموں کی زندگی اسی جذبہ پر مبنی ہے اور رہے گی۔ ۱۴ نبی کریم ﷺ نے جہاد بانفس کے ذریعے اپنی قوم میں معیار صبر پیدا کر کے وہ ریاست قائم کی جو بقول یورپ پہلی مذہبی ریاست تھی۔ واقعات عالم بتلاتے ہیں کہ مبروہ سلطنت تو ام چیزیں ہیں، جو لوگ حکومت نہ ملنے پر جذبہ صبر کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں، وہی سلطنت کے مستحق بنتے ہیں۔ جو افراد سلطنت مل جانے یا وعدہ الہی کی تکمیل پر حرص و ہوس، غداری و بے ایمانی خونخواری و خون ریزی کو اپنا شعار نہیں بناتے، موت سے نہیں ڈرتے وہی اقتدار سلطنت کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ۱۵

رحمت للعالمین ﷺ کو بار بار صبر کی تلقین کی گئی کہیں تو یہ کہا جاتا کہ کفار کے طعنوں اور الزامات سے کبیدہ خاطر نہ ہوں، کہیں یہ کہا جاتا کہ ذرا صبر کیجیے اور الہی فیصلے کے منتظر رہیے اور فاستوں اور فاجروں کی ہرگز تھکید نہ کیجیے، یہ بے صبر لذت صبر کو کیا جانیں، کہیں حضرت ایوب کی یاد دلائی جاتی ہے، کہیں حضرت یونس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ تلقین و تذکرہ دراصل امت ہی کی تعلیم کے لیے ہے کہ مذہب کے ساتھ صلاحیت حکومت بھی تمام قوم میں پیدا ہو جائے۔ ۱۶

۱۲۔ علم/شعور/ادراک:

رسول اللہ ﷺ کے نظام تربیت میں علم کو ہر چیز پر فوقیت حاصل تھی کہ علم کے بغیر کوئی قوم نہ اپنے منصب کا صحیح ادراک کر سکتی ہے نہ ہی اسے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے وحی کا آغاز اقراء سے ہوا، اس لیے کہ پڑھائی حصول علم کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے لیکن صرف علم بھی کافی نہیں جب تک تہذیب، اخلاق اور تزکیہ نفس کا پوری طرح

اہتمام نہ ہو، پھر علم کے ساتھ ساتھ عملی زندگی کا علم کے مطابق ڈھلنا بھی بہت ضروری ہے۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں انسان کے تمام اختیاری افعال کا وحی الہی کے تقاضوں کے مطابق ڈھل جانا عمل صالح کہلاتا ہے۔ ۷۷

اسلام میں حصول علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانیت کا آغاز بھی تعلیم کے ساتھ فرمایا۔ علم صفت خداوندی ہے اور اہل ایمان کے لیے حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف کو اپنائیں: تَخْلُقُوا بِاخْلَاقِ اللَّهِ۔ نبی کریم ﷺ کے اسلوب تعلیم و تربیت نے مسلمانوں میں علم و تحقیق کا ایسا شوق و شغف پیدا کر دیا تھا کہ بہت قلیل عرصے میں مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا بلکہ وہ بہت سے علوم و افکار کے موجد بھی بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے راسخون فی العلم بن کر ہی عروج و ارتقاء کی تمام منازل طے کیں۔ اسلام اور علم دونوں ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، مسلمان کی تو شان ہی یہی ہے کہ وہ علوم و فنون کے نئے نئے ابواب رقم کرتا رہے۔ ۷۸

### ۱۳۔ مشاورت باہمی:

انسانی تنظیم اور اجتماعیت کا تمام تر دار و مدار لوگوں کے باہمی اعتماد و تعاون پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاشرتی تنظیم کے لیے ایسے اصول مرتب کر دیے ہیں، جو پر خلوص اعتماد کی فضا کو بحال کر کے لوگوں کو باہمی تعاون پر آمادہ کرتے ہیں۔ ان اصولوں میں ایک اہم ترین اصول ”شوری“ ہے۔ ۷۹ قرآن حکیم نے شورائی نظم کا دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک مکمل سورت کا نام ہی شوری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ يَسْتَجِيبُونَ كَبِيرَ الْأَلِيمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ج وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ م وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ. (الشوری: ۳۷-۳۸)

[اور وہ بچتے ہیں بڑے گناہوں اور کھلی بے حیائیوں سے، اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔

اور جنہوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا اور نماز کا اہتمام کیا اور ان کا نظام شوری پر ہے اور جو کچھ ہم نے ان

کو رزق بخشا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔]

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: ”قرآن حکیم کا معروف اسلوب یہ ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ یا انفاق کو ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں معروف طریقہ کے خلاف اقامتِ صلوٰۃ اور انفاق کے درمیان شوری کو ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی صورت میں ہمارا پورا اجتماعی نظم متشکل کر کے دکھایا ہے اور اس آیت کے اسلوب میں یہ بتایا ہے کہ ہم اپنی سیاسی تنظیم میں بھی اس نمونہ کی پیروی کریں۔ اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کے دین کی اقامت کے لیے اپنی تنظیم کریں، اپنے اندر سے سب سے اہل اور صاحب علم و تقویٰ کو اپنی قیادت کے لیے منتخب کریں۔ پھر تمام معروف میں بے چون و چرا اس کی اطاعت کریں اور اگر اس سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو شریعت کے معروف کے خلاف ہو تو بے خوف لومۃ لائم

اس کو متنبہ کر کے اس کو صحیح راہ پر لانے کی کوشش کریں۔“ ۱۰  
 صحابہ کرام کا باہمی مشاورت پر عملاً اتفاق رہا ہے۔ خلیفہ کے تقرر کا مسئلہ ہو یا جمع و تدوین قرآن کا، تقوم اسلامی کا تعین کرنا ہو یا تقسیم اراضی و اصلاحات اراضی وغیرہ، ہر موقع پر صحابہ کرام مشورہ کرتے نظر آتے ہیں اور اپنے اجتماعی مسائل اسی کے ذریعے حل کرتے ہیں۔ اے

۱۴۔ بدعہدی اور خیانت سے اجتناب:

ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَّتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ. (الانفال: ۲۷)

[اے ایمان والو! جانتے بوجھے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو۔]

اس آیت کے ذیل میں مولانا سوودی لکھتے ہیں:

”اپنی امانتوں“ سے مراد وہ تمام ذمہ داریاں ہیں جو کسی پر اعتبار (Trust) کر کے اس کے سپرد کی جائیں، خواہ وہ عہد وفا کی ذمہ داریاں ہوں، یا اجتماعی معاہدات کی، یا جماعت کے رازوں کی، یا شخص و جماعتی اموال کی، یا کسی ایسے عہدہ و منصب کی جو کسی شخص پر بھروسہ کرتے ہوئے جماعت اس کے حوالے کرے۔“ ۲  
 مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں:

اسلام نے سیاستِ عادلہ کا جو تصور دیا ہے اس کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ ریاست کے ذمہ داروں اور کارکنوں کا دامن بدعہدی اور خیانت سے پاک ہونا چاہیے۔ ۳ آپ ﷺ کی یہ اصولی ہدایت موجود ہے:

من استعملناہ منکم علی عمل فکتمنا مخیطاً فما فوقہ کان غلواً یاتی بہ یوم القیامۃ. ۴  
 [تم میں سے جس کسی کو ہم سرکاری کام پر لگائیں اور وہ سوئی یا اس سے بھی کم کوئی چیز چھپالے تو یہ خیانت ہوگی اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا۔]  
 اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات بہت واضح ہیں۔

من کان یومن باللہ وبالیوم الاخر فلا یرکب دابة من فیء المسلمین حتی اذا اعجفها ردھا فیہ  
 ومن کان یومن باللہ وبالیوم الاخر فلا یلبس ثوباً من فیء المسلمین حتی اذا اخلفه ردھ فیہ. ۵  
 [جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کے فے کے مال (سرکاری مال) کے کسی جانور پر سواری نہ کرے، یہاں تک کہ جب اس کو خوب کمزور اور لاغر کر لے تو اس کو لا کر اس میں لوٹا جائے، اور جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کے فے کے مال (سرکاری مال) کا کوئی کپڑا نہ پہنے یہاں

تک کہ جب اس کو خوب پرانا کر لے تو اس کو اس میں لاکر لوٹا جائے۔ [ اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اقوا الخياط و المخیط و اباکم و الغلول فانہ عار علی اہلہ یوم القیامۃ . ۶۷  
[دھاگہ اور سوئی بھی (سرکاری خزانے میں) جمع کرو اور خیانت کرنے سے بچو کیونکہ قیامت کے دن وہ ایسا کرنے والے کے لیے باعث شرمندگی ہوگی۔]

آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا:

من کتم غالا فانہ مثلہ . ۷۷

[جو کسی بے ایمان کو بچانے کی کوشش کرے وہ بھی اسی کی مانند ہے۔]

یاد رکھنا چاہیے کہ ظلم اور نفاق کے نتیجے میں صرف حکومت و اقتدار ہاتھ سے نہیں جاتا بلکہ اس کا وبال بعض دوسری صورتوں میں بھی ظاہر ہوتا ہے:

..... ولاحکم قوم بغير الحق الافشا فيهم الدم ۸۷

[اور جب کوئی قوم ناحق فیصلے کرنے لگے تو ان میں خونریزی پھیل جاتی ہے۔]

## ۱۵۔ ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح:

عامۃ الناس کی ایک اہم سیاسی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ... اپنی اور ملکی مفاد کو انفرادی مفاد پر ترجیح دیں۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ نِ افْتَرَقْتُمُوها  
وَبِحَارَة "تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا احَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهٖ  
فَتَرَبُّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ . (التوبة: ۲۴)

[اے محمد ﷺ لوگوں سے فرمادیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، تمہاری بیویاں، تمہارے اہل خاندان، تمہارے مال و اسباب جسے تم نے جمع کر رکھا ہے اور تجارت جس کی کساد بازاری کا تم کو اندیشہ ہے اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ تمہیں عزیز ہیں تو تم انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔]

اس آیت سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ خویش پروری اور اقربا نوازی اسلامی حکومت میں بدترین جرم ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کو فاسق کہا گیا ہے اور ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسی قوم کے بارے میں حکم نافذ کر دے گا۔ ایک اور بات اشارۃً اس آیت میں بیان ہوئی ہے کہ جس قوم کے افراد ملی مفاد کی خاطر اپنے ذاتی فائدوں کو قربان

نہیں کرتے ایسی قوم زیادہ عرصے تک برسر اقتدار نہیں رہ سکتی۔ ۹۔

۱۶۔ غور و فکر:

قوم و ملت کی معاشرتی خدمت کرنے کا جذبہ قوم کے ہر فرد میں ہونا چاہیے۔ اگر قوم کے لیے مشکل حالات ہوں تو بروقت ان سے باخبر ہونا اور حل کی فکر کرنا معاشرے کے ہر فرد پر لازم ہے بالخصوص حاکم وقت کے لیے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ما من امیر یلی امر المسلمین ثم لا یجھد لهم و ینصح الالم یدخل معهم الجنة. ۱۰  
[جو حاکم ہو مسلمانوں کا پھر ان کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔]

یہ بات بالکل واضح ہے کہ نہ صرف حاکم وقت بلکہ اپنے اپنے دائرہ کار میں اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو خواہ مرد ہو یا عورت اسے معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات پر نظر رکھنی چاہیے اور ان کی بہتری کے لیے فکر مند رہنا چاہیے۔ تعلیم و تربیت دینے کا مفہوم یہی ہے کہ ملکی و قومی ضرورت کے وقت آگے بڑھ کر ملی بہتری اور قومی فلاح کے کاموں میں اپنا کردار ادا کیا جائے۔ اور قومی و ملی فیصلوں میں اپنے مفید مشوروں اور عملی صلاحیتوں کا وزن ڈال کر قوم کی بہتر سمت میں معاونت کی جائے۔ ہم ہر نماز میں یہ دعا کرتے ہیں: اھدنا الصراط المستقیم (ہمیں سیدھا راستہ دکھا)۔ جو مسلمان بھی قرآن حکیم کی اس ابتدائی سورت کے ان الفاظ کو پڑھتا ہے وہ گویا شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے پروردگار سے یہ التجا کرتا ہے کہ وہ پوری امت مسلمہ کو صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ دکھائے۔ اگر اس بات کا مزید تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد محض بروحانی یا اخلاقی معاملات میں ہدایت طلب کرنا نہیں ہے بلکہ ہر اس معاملہ میں رہنمائی طلب کرنا ہے جس کا تعلق امت مسلمہ کے عملی مسائل یعنی اس کے سیاسی ڈھانچے اور سیاسی طرز عمل سے ہے۔ ۱۱۔

بلاشبہ تاریخ اسلام کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں مذہب اور سیاست میں گہرا ربط و ضبط پایا جاتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات محض خدا سے انسان کے تعلق پر ہی مبنی نہیں ہیں، بلکہ اس تلازمے کے نتیجے کے طور پر اسے جو اجتماعی طرز عمل اختیار کرنا ہے وہاں بھی اس کے لیے ایک حتمی طریق کار وضع کر دیا گیا ہے۔ جملہ مخلوق کو اپنے خالق کے ارادے کے تابع ہونا چاہیے۔ انسان کے ضمن میں اس خدائی تابعیت جسے ”اسلام“ کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا گیا ہے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کی خواہشیں اور اس کا عملی رویہ (کردار) پورے انشراح صدر کے ساتھ عملی زندگی کے ہر مرحلے میں ان قوانین کے تابع رہے جن کا فیصلہ خالق کائنات نے خود فرمادیا ہے۔ ۱۲۔ صرف اسی صورت میں ہم ایک ایسے صالح معاشرہ کی بنیاد رکھ سکتے ہیں جو حقوق مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں اسلام کا مطلوب و مقصود ہے۔



## حواشی و حوالہ جات:

- ۱۔ سورۃ الاحزاب، آیت: ۲۱
- ۲۔ سورۃ النساء، آیت: ۶۵
- ۳۔ دیکھئے: ثار احمد، ڈاکٹر، اسلام اور انتخابات. تاریخی تعلیمی تحقیقی جائزہ، مشمولہ: آگئی، مارچ ۱۹۹۶ء، ص ۲۷
- ۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱۹۳۶ء، رقم: انتشارات ایران، الجزء الاول، ص ۱۳۱
- ۵۔ اسلام اور انتخابات. تاریخی تعلیمی تحقیقی جائزہ، بحولہ بالا، ص ۳۱
- ۶۔ محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، ۲۰۰۶ء، لاہور، ص ۹۳، ۲۲۳-۲۲۶
- ۷۔ ندوی، سید ابوالحسن علی، تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات، ۱۹۸۶ء، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ص ۱۲۳
- ۸۔ میر کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ۱۴۰۲ھ، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جلد دوم، ص ۴۷
- ۹۔ ایضاً، ص ۱۵۸
- ۱۰۔ ماوردی، ابوالحسن علی، احکام السلطانیہ، اردو ترجمہ: مفتی انتظام اللہ شہابی، سن، کراچی: محمد سعید اینڈ سنز، ص ۷۱
- ۱۱۔ تفسیر ضیاء القرآن، بحولہ بالا، جلد اول، ص ۲۵۵
- ۱۲۔ احکام السلطانیہ، بحولہ بالا، ص ۵۳۳
- ۱۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب رد النساء الجریجی والقتلی، حدیث رقم: ۳۶
- ۱۴۔ سورۃ النور، آیت: ۵۵
- ۱۵۔ اسلام اور انتخابات. تاریخی تعلیمی تحقیقی جائزہ، بحولہ بالا، ص ۳۴-۳۵
- ۱۶۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۴۷
- ۱۷۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان، دفعہ ۶۲
- (د) وہ اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور ہو۔
- (ه) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نہ ہو، نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔
- (و) وہ سمجھ دار، پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایمان دار اور امین نہ ہو، عدالت نے اس کے برعکس قرار نہ دیا ہو۔
- (ز) اس نے قیام پاکستان کے بعد ملک کی سلطنت کے خلاف کام کیا ہو یا نظریہ پاکستان کی مخالفت کی ہو۔
- ۱۸۔ ایضاً، دفعہ ۶۳
- (ز) وہ کسی مجاز ساعت عدالت کی طرف سے کسی ایسی رائے کی تشہیر کے لیے سزا یاب رہ چکا ہو، یا کسی ایسے طریقے پر عمل کر رہا ہو، جو نظریہ پاکستان یا پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، سلطنت یا سلامتی یا اخلاقیات، یا امن عامہ کے قیام یا پاکستان کی

عدلیہ کی دیانت داری یا آزادی کے لیے مضرب ہو، یا جو پاکستان کی مسلح افواج یا عدلیہ کو بدنام کرے یا اس کی تضحیک کا باعث ہو، تا وقتیکہ اس کو رہا ہوئے پانچ سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔

(ج) وہ کسی بھی اخلاقی پستی کے جرم میں ملوث ہونے پر سزا یافتہ ہو، جس کو کم از کم دو سال سزائے قید صادر کی گئی ہو، تا وقتیکہ اس کو رہا ہوئے پانچ سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔

(ن) اس نے کسی بینک، مالیاتی ادارے، کوآپریٹو سوسائٹی یا کوآپریٹو ادارے سے اپنے خاوند یا بیوی یا اپنے زیر کفالت کسی شخص کے نام سے دو ملین روپے یا اس سے زیادہ رقم کا قرضہ حاصل کیا ہو جو مقررہ تاریخ سے ایک سال سے زیادہ عرصے کے لیے غیر ادا شدہ رہے یا اسے مذکورہ قرضہ معاف کرا لیا ہو، یا

(س) اس نے یا اس کے خاوند یا بیوی نے اس کے زیر کفالت کسی شخص نے اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرتے وقت چھ ماہ سے زیادہ کے لیے ۱۰ ہزار روپے سے زائد رقم کے سرکاری واجبات اور یوٹیلیٹی اخراجات بشمول ٹیلی فون، بجلی، گیس اور پانی کے اخراجات ادا نہ کیے ہوں۔

- ۱۹ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ۲۰۰۲ء، لاہور: فریڈ بک اسٹال، جلد ۵، ص ۶۹
- ۲۰ محمد اسد، اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، ترجمہ: محمد شبیر قمر، لاہور: بیت الفکر، ۲۰۰۷ء، ص ۷۷
- ۲۱ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ۲۰۰۷ء، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، جلد دوم، ص ۶۰۷-۶۰۸
- ۲۲ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب: قول اللہ تعالیٰ الطیبوا اللہ و الطیبوا الرسول و اولی الامر منکم، حدیث رقم: ۲۱۰۳
- ۲۳ شرح صحیح مسلم، جلد ۵، ص ۲۵
- ۲۴ امام محمد بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب: وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیۃ و تحریم محافی المعصیۃ، حدیث رقم: ۴۶۳۹
- ۲۵ ایضاً، کتاب الامارۃ، باب: الامر بالمعروف عند ظلم الولاة و استئثارهم، حدیث رقم: ۳۶۶۷
- ۲۶ ایضاً، کتاب الامارۃ، باب: وجوب الوفاء بعهود الخلیفۃ الاول فالاول، حدیث رقم: ۳۶۶۰
- ۲۷ اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، مجلہ بالا، ص ۷۷
- ۲۸ ایضاً، ص ۱۱۰
- ۲۹ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، حدیث رقم: ۲۱۶
- ۳۰ اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، مجلہ بالا، ص ۱۱۱
- ۳۱ احکام السلطانیہ، مجلہ بالا، ص ۳۹۸
- ۳۲ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النبی عن المنکر من الایمان ینبذ و ینقض، حدیث رقم: ۸۵
- ۳۳ شرح صحیح مسلم، ج ۵، ص ۸۱۵
- ۳۴ شبلی نعمانی، الفاروق، ۱۹۹۱ء، کراچی: دار الاشاعت، ص ۱۸۳

- ۳۵ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الجهاد، حدیث رقم: ۲۸۶۳
- ۳۶ جامع ترمذی، باب افضل الجهاد کلمۃ عدل عند سلطان جائز، حدیث رقم: ۳۸
- ۳۷ نسائی، امام عبد الرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب البیعة، باب ذکر الوعید لمن اعان امیراً علی الظلم، حدیث رقم: ۳۲۱۳
- ۳۸ جامع ترمذی، ابواب الفتن، باب: ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، حدیث رقم: ۳۰
- ۳۹ اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، مجولہ بالا، ص ۱۲۹
- ۴۰ مولانا سلطان احمد اصلاحی، سیاست عادلہ، مشمولہ: تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری۔ مارچ ۲۰۰۵ء، ص ۶۵
- ۴۱ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب من یالغ رجلاً لا ینالہ الا لدنیا۔
- ۴۲ سنن نسائی، کتاب البیعة، باب البیعة الامام، حدیث رقم: ۳۲۰۵
- ۴۳ شرح نووی لصحیح المسلم، ۱۹۸۷ء، دار الکریمان للتراث، القاہرہ، ج ۱، ص ۳۸
- ۴۴ سعیدی، نظام رسول، نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، ۲۰۰۷ء، لاہور: فریڈ بک اسٹال، ج ۱، ص ۲۹۸؛  
بحوالہ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۳۹۹
- ۴۵ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، اردو ترجمہ: سید محمد ابراہیم ندوی، ۲۰۰۳ء، لاہور: دارالاشاعت، جلد دوم، ص ۳۵۹
- ۴۶ امام غزالی، احیاء علوم الدین، ۱۳۲۶ھ، مصر: عامرہ شریفی، ج ۳، ص ۱۲۷
- ۴۷ اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، مجولہ بالا، ص ۱۳۰
- ۴۸ ابن تیمیہ، اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، اردو ترجمہ: طفیل ضیفم انصاری، باردوم، ۱۹۸۷ء، لاہور: الہدیر پبلی  
کیشنز، ص ۱۵
- ۴۹ صحیح مسلم، باب الامر بالوفاء بوعیدہ المظلماء، حدیث رقم: ۱۸۳۳
- ۵۰ اسلامی ریاست اور مسلم طرز حکومت، مجولہ بالا، ص ۱۲۳
- ۵۱ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب: قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح فلیس منا، حدیث رقم: ۱۹۵۳
- ۵۲ اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، مجولہ بالا، ص ۱۲۳-۱۲۶
- ۵۳ جامع ترمذی، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث رقم: ۲۱۶۹
- ۵۴ اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، مجولہ بالا، ص ۱۲۷
- ۵۵ سنن ابوداؤد، باب الامر والنہی، حدیث رقم: ۶۳۳۶
- ۵۶ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصیۃ، حدیث رقم: ۳۹۳۸
- ۵۷ ایضاً، حدیث رقم: ۳۹۳۹
- ۵۸ اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، مجولہ بالا، ص ۱۳۰
- ۵۹ ایضاً، ص ۵۵

- ۶۰ سندیلوی، محمد الحق، اسلام کا سیاسی نظام، ۱۹۹۱ء، باراول، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ص ۲۲۳
- ۶۱ اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، مجولہ بالا، ص ۱۹
- ۶۲ نکتہ شایہا پوری، اسلام کا تمدنی و سیاسی نظام، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۳۹ء، ص ۳۰۱
- ۶۳ ایضاً، ص ۳۰۹
- ۶۴ ایضاً، ص ۳۲۵
- ۶۵ ایضاً، ص ۳۳۵
- ۶۶ ایضاً، ص ۳۳۷
- ۶۷ عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، مجولہ بالا، ص ۹۳
- ۶۸ ایضاً، ص ۱۰۹
- ۶۹ ایضاً، ص ۱۲۱
- ۷۰ امین احسن اصلاحی، تدبیر قرآن، ج ۶، ص ۱۷۹-۱۸۰
- ۷۱ عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، مجولہ بالا، ص ۱۳۵
- ۷۲ تفہیم القرآن، جلد دوم، ص ۱۳۹
- ۷۳ سیاست عادلہ، مجولہ بالا، ص ۹۹
- ۷۴ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب تحریم ہدایا العمال، حدیث رقم: ۴۶۲۸
- ۷۵ سنن ابو داؤد، ج ۲، کتاب الجہاد، باب فی الرجل یشفع من القیمۃ بأشیء، حدیث رقم: ۹۳۵
- ۷۶ سنن الدارمی، جلد ۲، کتاب السیر، باب ماجاء انہ قال: ادوا الخیاط والحیظ، حدیث رقم: ۲۵۲۱
- ۷۷ ابو داؤد، جلد ۲، کتاب الجہاد، باب النبی عن الستر علی من غل، حدیث رقم: ۹۳۳
- ۷۸ مالک بن انس، ابو عبد اللہ، موطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الغلول، حدیث رقم: ۹۹۸
- ۷۹ رشید احمد، مسلمانوں کے سیاسی افکار، ۱۹۹۹ء، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۳۵
- ۸۰ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی الفاش لرعیتہ النار، حدیث رقم:
- ۸۱ اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، مجولہ بالا، ص ۱۵
- ۸۲ ایضاً، ص ۲۳-۲۵

